خاوند بیوی کے باہمی جھگڑے۔ کیا بیوی پر ہاتھ اٹھانے اور مارنے پیٹنے کی اجازت ہے؟
قرآنِ مجید اجازت نہیں دیتا

خاوند بیوی کا تعلق کیا ہے؟

وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون پاؤ

وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً

اور تمہارے درمیان انس، محبت اور رحمت رکھ دی ہے

إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

اس میں نشانی (سبق) ہے ان لوگوں کیلئے جو تفکر کرتے ہیں'' (الروم۔۲۱)

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند بیوی کے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے لیکن اس میں اچنبھے کی بات نہیں کہ ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔ رانجھا رانجھا کردی میں آپے رانجھا ہوئی شاعر کے تخیل کی پرواز ہے حقیقت کا اس سے واسطہ نہیں۔ یک جان ہو کے بھی قالب دو ہی رہتے ہیں۔ فلسفہ عشق شاعروں کی خیالی پرواز ہے۔ عشق کا دعویٰ نہیں ہوا کرتا کہ دعویٰ عشق ہی کو مشکوک بنا دے گا۔ خامشی میں پنہاں ہے لطف ولذت عشق۔ عشق کا دعویٰ تو وہ بھی نہیں کرتا جو اپنے آپ کو الصمد کہلوانا پسند کرتا ہے۔ عشق کو بھی طشت از بام کبھی کرتا ہے کوئی! عشق وہ کیفیت ہے جس میں لین دین کا سوال نہیں ہوتا لیکن انسان کا شرف یہ ہے کہ لین دین کی زنجیروں سے جکڑا ہے۔ محبت میں لین دین بھی ہے اور تشہیر بھی جائز ہے۔ اور جب فطرت میں لین دین ہوگا تو اختلاف بھی ابھرے گا۔ انسان امت واحدہ ہیں۔ اللہ نے کتاب کے ساتھ بشیر اور نذیر بھیجے تا کہ حق کے ساتھ ان کے اختلافات کا فیصلہ کریں۔ خاوند بیوی امت واحدہ، معاشرے کی اکائی ہیں۔ ان کے درمیان ابھرنے والے اختلاف، جھگڑے معاشرے پر عکس پذیر اور اثر انداز ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انتہائی اہمیت دیتے ہوئے انہیں نمٹانے کیلئے دوٹوک انداز میں ہدایات عطا فرمائی ہیں۔

ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ

''مرد عورتوں پر قَوَّامُونَ (محافظ) ہیں اس بنا پر کہ اللہ نے بعض کو بعض پر (بعض معاملات میں انفرادیت) فوقیت دی ہے اور اس بنا پر بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں

فَٱلصَّٰلِحَٰتُ قَٰنِتَٰتٌ حَٰفِظَٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ ٱللَّهُ (حوالہ النساء۔۳۴)

اس لئے صالح بیویاں وفاشعار ہوتی ہیں جو خاوندوں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت ونگرانی میں (ان کے حقوق کی) محافظ ہوتی ہیں''

قرآنِ مجید نے خاوندوں کیلئے ''سلطون'' استعمال نہیں فرمایا اور نہ ہی یہ فرمایا ہے ''رئیسھا و کبیرھا والحاکم علیھا''

یہ قدیم مفسرین کا خیال تھا۔خاوندوں کیلئے حاکم یا حکمران کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا (اور نہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ برتر ہیں) بلکہ مردوں کو عورتوں پر 'قَوَّامُونَ' قرار دیا گیا ہے۔اوراس کی وجہ یہ بتائی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر 'فضیلت' دی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر قَوَّامِينَ یوں آیا ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ (حوالہ النساء۔۱۳۵)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ (حوالہ المائدہ۔۸)

''اے ایمان لانے والو! اللہ کیلئے عدل وانصاف کے قَوَّامِينَ (محافظ) بن جاؤ سچی (اور کھری) گواہی دے کر''

مردوں کو 'قَوَّامُونَ' کہا گیا اور بیویوں، شادی شدہ عورتوں کو ''محصنات'' کہا گیا جس کے معنی سیپ کا موتی، قلعہ، محفوظ پناہ گاہ ہیں نکاح کا حصار عورت کو پناہ، حفاظت میں لے لیتا ہے۔ظاہر ہے جس کے نکاح میں آئی ہے وہی اس کا قلعہ، محافظ ہے اور صالح عورتیں خاوند کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت ونگرانی میں خود حَٰفِظَٰتٌ لِّلْغَيْبِ 'قوام' یعنی محافظ کا کردار ادا کرتی ہیں۔کوئی کسی کی سرپرستی اور حفاظت جبھی کر سکتا ہے جب وہ اطاعت شعار ہو۔جس کی حفاظت مقصود ہو اگر وہی بات نہیں مانتی تو حفاظت کا فریضہ انجام دینے میں مشکلات پیش آئیں گی۔ قرآنِ مجید میں لفظ ''فضل'' دو کے مابین انفرادیت کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں خاوندوں کیلئے بعض بیویوں کے متعلق یہ فرمان ہے:

وَٱلَّٰتِى تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَٱهْجُرُوهُنَّ فِى ٱلْمَضَاجِعِ وَٱضْرِبُوهُنَّ

''جن بیویوں سے تمہیں سرکشی (ناروا رویہ، اکڑ خوانی، بدتمیزی) کا اندیشہ ہو تو پہلے انہیں سمجھاؤ اور اگر نہ سمجھیں تو خوابگاہوں میں انہیں الگ کر دو اور پھر بھی اگر باز نہ آئیں تو خوابگاہ سے نکال دو''

اس فرمان کا ترجمہ اور تفسیر کرنے کا عام رواج یہ ہے:

[ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی۔تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب]

[''اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہوانہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو''۔
تفسیر: نافرمانی کی صورت میں عورت کو سمجھانے کیلئے سب سے پہلے وعظ و نصیحت کا نمبر ہے، دوسرے نمبر پر ان سے وقتی اور عارضی علیحدگی ہے جو سمجھدار عورت کیلئے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ اس سے بھی نہ سمجھے تو ہلکی سی مار کی اجازت ہے۔ لیکن یہ مار وحشیانہ اور ظالمانہ نہ ہو جیسا کہ جاہل لوگوں کا وطیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس ظلم کی اجازت کسی مرد کو نہیں دی ہے۔۔'']
[ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ تفسیر مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی۔ کنز الایمان فی ترجمة القرآن]
[''اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو''۔ تفسیر: انہیں شوہر کی نافرمانی اور اس کے اطاعت نہ کرنے اور اس کے حقوق کا لحاظ نہ رکھنے کے نتائج سمجھاؤ جو دنیا اور آخرت میں پیش آنے ہیں اور اللہ کے عذاب کا خوف دلاؤ اور بتاؤ کہ تم پر شرعاً حق ہے اور ہماری اطاعت تم پر فرض ہے۔ مگر اس پر بھی نہ مانیں تو ضرب غیر شدید لگائیں]

Yusuf Ali: As to those women on whose part ye fear disloyalty and ill-conduct admonish them (first) (next) refuse to share their beds (and last) beat them (lightly);
Pickthall: As for those from whom ye fear rebellion, admonish them and banish them to beds apart, and scourge them.
[Reference Computer CD "Alim" ISI Software Corp. U.S.A]

یہ تراجم اور تفسیر قدیم مفسرین سے لئے گئے جنہوں نے مارنے کے متعلق کہا ضربا غیر مبرح (تفسیر الجلالین، القرطبی)۔

اس نصیحت میں ان قَوَّامُونَ (سرپرست، محافظ خاوندوں) کو جنہیں اپنی بیویوں سے نُشُوزَهُنَّ کا احتمال ہو جوان کی حفاظت کے قلعے والی حیثیت میں دراڑیں ڈالنے کا سبب بنے گا، مختلف انداز آزمانے کیلئے کہا گیا جن کے ذریعے اپنی بیویوں کو مخالفت سے باز رکھ سکیں۔ 'نُشُوزَ' کا مادہ ''ن ش ز'' ہے جس کے معنی جناب راغب نے کسی چیز کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا بتائے ہیں۔ کھڑے ہونا (حوالہ سورة المجادلة۔۱۱)۔ بیوی کا خاوند سے یا خاوند کا (حوالہ النساء۔۱۲۸) بیوی سے مخالفت پر اتر آنا اور ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہو جانا۔
مخالفت پر اتر آنے والی بیوی کو راغب کرنے کی پہلی ترکیب یہ بتائی کہ فَعِظُوهُنَّ ''انہیں وعظ و نصیحت کے ذریعے سمجھاؤ''۔ مادہ ''و ع ظ'' کے معنی کسی کو کسی کام کے اچھے انجام اور مضر عواقب و نتائج سے آگاہ کر کے اس کے دل کو نرم کرنا ہیں۔ ابن فارس نے اس کے معنی انذار و تخویف بتائے ہیں نیز اس طرح خیر کی باتیں کرنا کہ دل نرم ہو جائیں۔ عام فہم انداز میں اس کے معنی نصیحت

ہیں۔ وعظ کا مقصود خیر ہے۔ اگر وعظ و نصیحت کارگر نہ ہو تو اگلا قدم یہ بتایا کہ اُهۡجُرُوهُنَّ ''ان بیویوں کو جدا کرو''۔ مادہ ''ھ ج ر'' کے معنی کسی چیز کو چھوڑ دینا، ترک کر دینا، جدا کر دینا۔ جناب راغب نے اس کے معنی دوسرے سے جدا ہونے کے بتائے ہیں خواہ یہ جدائی زبانی ہو یا قلبی یا بدنی۔ ابن فارس نے بھی اس کے بنیادی معنی قطع و جدائی بتائے ہیں۔ ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر جانا ہجرت ہے لیکن خاوندوں نے اپنی ان بیویوں کو اپنے سے جدا کہاں کرنا ہے؟

فِى ٱلۡمَضَاجِعِ

''خواب گاہوں کے اندر''

دھیان رہے کہ ان بیویوں کو ''بیوت'' یعنی گھروں میں اپنے سے الگ کرنے کا نہیں کہا گیا۔ حرف ''فِی'' ظرف مکان ہے۔ فلاں جگہ

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمۡ عَنِ ٱلۡمَضَاجِعِ

''ان کے پہلو ''مضاجع'' سے الگ ہو جاتے ہیں'' (حوالہ السجدہ۔۱۶)

''مَضَاجِع'' کہاں ہوتے ہیں؟

قُل لَّوۡ كُنتُمۡ فِى بُيُوتِكُمۡ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡقَتۡلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمۡ‌ۖ

''آپ (ﷺ) کہیں'' اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو بھی جن لوگوں کے لئے قتل ہونا لکھ دیا گیا ہوتا تو وہ اپنی خوابگاہوں میں قتل ہو جاتے'' (حوالہ آل عمران۔۱۵۴)

گھروں میں خاوند بیوی کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن خاوند بیوی حقوق زوجیت گھروں میں اپنی خوابگاہ میں ادا کرتے ہیں۔ شادی شدہ لوگوں کو گھر کے تمام چھوٹے بڑے افراد پر تین مخصوص اوقات میں خواب گاہ میں آنے پر پابندی لگانے کا حکم دیا گیا ہے (حوالہ سورۃ النور۔۵۸)۔ گھروں میں خوابگاہ خاوند بیوی کے لئے مَجۡمَعَ ٱلۡبَحۡرَيۡنِ (دو دریاؤں کا سنگم) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس طرح خواب گاہ میں بیویوں کو اپنے سے جدا کرنے (ہجرت)، الگ کرنے کا مفہوم بتانے کی ضرورت نہیں رہتی کہ سب بالغ جانتے ہیں۔ لیکن اس سے ایک اہم نکتے کی وضاحت ہوتی ہے کہ بیوی کی اکڑ، ناراضگی اور دونوں کے مابین موجود اختلاف کو دوسروں پر ابھی ظاہر نہیں کرنا۔ خاوند بیوی معاملات کو خود سلجھانے کی کوشش کریں۔ خوابگاہ میں دونوں کی موجودگی ان کے یک جان ہونے کی نشاندہی کرتی ہے اور خاندان کے افراد، معاشرہ نہیں جان سکتا کہ وہ دونوں تو سمندر میں میٹھے اور کھارے پانی کے وہ چشمے بنے بیٹھے ہیں جو کبھی ملتے نہیں۔ گھر کے دوسرے افراد کو میاں بیوی کے درمیان موجود چپقلش کا علم نہیں ہو سکے گا کیونکہ انہیں معلوم نہیں ہو سکتا کہ خواب گاہ کے اندر خاوند نے بیوی کو اپنے سے الگ کر دیا ہے۔ لیکن بیوی کو خاوند کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کی شدت محسوس ہو جائے گی خاوند کے اس قدر اظہار ناپسندیدگی کے باوجود اگر بیوی بات نہ مانے تو خاوند کو اجازت دی گئی کہ وَٱضۡرِبُوهُنَّ۔

وَٱضۡرِبُوهُنَّ کا مادہ ''ض رب'' ہے اور قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر مثال بیان کرنا، چوٹ لگانا یا کسی چیز سے مارنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ نکل جانا، چلے جانا، ہٹا لینا، ہٹا دینا، اور ''حد فاصل'' کے معنوں میں یہ استعمال ہوا ہے۔

قرآن مجید میں ''ض ر ب'' کے معنوں کی وسعت اور اس کے استعمال کے مختلف انداز:

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسۡتَحۡيِۦٓ أَن يَضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوۡقَهَا

''اللہ تعالیٰ مادہ مچھر یا اس سے کم و بیش چیز کی مثال دینے سے نہیں شرماتا'' (حوالہ البقرۃ۔۲۶)۔

وَإِذِ ٱسۡتَسۡقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوۡمِهِۦ فَقُلۡنَا ٱضۡرِب بِّعَصَاكَ ٱلۡحَجَرَ ''اور جب قوم کیلئے موسیٰ علیہ السلام نے پانی مانگا تو ہم نے انہیں اپنے عصا سے ایک مخصوص پتھر پر چوٹ (ضرب) لگانے کا کہا'' (حوالہ البقرۃ۔۶۰)۔ مارنے، چوٹ اور ضرب لگانے ہی کے معنوں میں سورۃ محمد (ﷺ) کی آیت ۴ فَضَرۡبَ ٱلرِّقَابِ ''گردنیں مارو''

يَضۡرِبُونَ وُجُوهَهُمۡ وَأَدۡبَٰرَهُمۡ چہروں اور پیٹھوں پر مارنے کے معنوں میں سورۃ محمد (ﷺ) کی آیت ۲۷ میں استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ نکلنے، سفر میں نکلنے، زمین میں گھومنے کے معنوں میں سورۃ النساء کی آیت ۱۰۱ کی ابتدا میں یوں استعمال ہوا: وَإِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَن تَقۡصُرُواْ مِنَ ٱلصَّلَوٰةِ ''اور جب تم زمین میں باہر نکلتے ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ نماز میں قصر کرلو''۔ اور یہی لفظ 'ہٹا دینے یا ہٹا لینے' کے معنوں میں سورۃ الزخرف کی آیت ۵ میں استعمال ہوا: أَفَنَضۡرِبُ عَنكُمُ ٱلذِّكۡرَ صَفۡحًا أَن كُنتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِينَ ﴿٥﴾ ''کیا ہم یہ کتاب (ذکر) تمہاری طرف سے موڑ کر صرف اس لئے پھیر دیں گے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو؟''۔ اور سورۃ الحدید کی آیت ۱۳ میں بتایا گیا کہ منافقین اور ایمان والوں کے درمیان فَضُرِبَ بَيۡنَهُم بِسُورٖ لَّهُۥ بَابٌۢ ایک حد فاصل دیوار کھڑی کردی جائے گی جسمیں ایک دروازہ ہوگا۔

قرآنِ مجید میں مادہ ''ض رب'' کے استعمال کو دیکھتے ہوئے فرمان کے معنی اور مفہوم یہ واضح ہوتے ہیں

وَٱلَّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَٱهۡجُرُوهُنَّ فِي ٱلۡمَضَاجِعِ وَٱضۡرِبُوهُنَّ

''جن بیویوں سے تمہیں سرکشی (ناروا رویہ، اکڑ خوانی، بدتمیزی) کا اندیشہ ہو تو پہلے انہیں سمجھاؤ اور اگر نہ سمجھیں تو خوابگاہوں میں انہیں الگ کردو اور پھر بھی اگر باز نہ آئیں تو خوابگاہ سے نکال دو''

آیت مبارکہ میں فرمان کے انداز بیان اور لفظ 'ضرب' کے معنوں کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے 'خواب گاہ میں علیحدہ' کرنے

کے بعد بھی بیوی کے رویئے میں تبدیلی نہ آنے کی صورت میں خاوند کا اگلا قدم یہ بتایا گیا کہ 'تعلقات' میں کھچی ہوئی دیوار کو عیاں کرنے کیلئے اب اسے خواب گاہ سے (گھر سے نہیں) ہٹادیا جائے، باہر کردیا جائے، اپنے اور اس کے درمیان حد فاصل کھینچ دی جائے جس سے گھر کے دوسرے افراد کو بھی ناچاقی کے بارے میں علم ہو جائے گا۔ اس سے بیوی کو نفسیاتی دھچکہ لگے گا اور معاملے کی سنجیدگی اس پر واضح ہو جائے گی۔

بیوی کو ''سدھارنے'' کے جس عمل کی منتہا جسمانی طور پر مارنا پیٹنا اور ضربیں لگانا ہو گیا اس کام (مشن) کی ابتدا ڈرانا دھمکانا، دھمکی دینا، خوف زدہ کرنا نہیں ہوگی؟ لیکن آیت مبارکہ میں کام کی ابتدا پیار و محبت سے سمجھانا یعنی ''وعظ'' بتائی گئی ہے۔ آپ اتفاق کریں گے کہ اگر ناروا رویئے، اکڑ خوانی، بدتمیزی سے پیش آنے والی بیوی کو جسمانی طور پر مارنا، پیٹنا جائز ہوتا تو پھر ایسی بیوی پر تشدد کرنا مناسب اور موزوں ہوگا جو خاوند کی دشمن ہے کیونکہ اکڑ خوانی دکھانے والی بیوی کی نسبت دشمن بیوی بڑی اور خطرناک ''مجرم'' ہے۔ کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟ ہمارے لئے زیادہ بہتر ہوگا کہ ہم بیویوں کے متعلق اپنی سوچ بدل لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ مِنْ أَزْوَٰجِكُمْ وَأَوْلَـٰدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَٱحْذَرُوهُمْ ۚ

''اے ایمان لانے والو! تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔ سو ان سے محتاط رہو۔

وَإِن تَعْفُواْ وَتَصْفَحُواْ وَتَغْفِرُواْ

اور اگر انہیں معاف کردو، ان (کی غلطیوں) سے چشم پوشی کرو اور انہیں بخش دو۔

فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥

تو پھر بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے'' (سورۃ التغابن۔۱۴)

قرآنِ مجید میں یہ واحد آیت مبارکہ ہے جس میں کسی کو معاف اور درگزر کرنے کیلئے تین الفاظ تَعْفُواْ، تَصْفَحُواْ اور تَغْفِرُواْ بیک وقت استعمال ہوئے۔ تَعْفُواْ کا مادہ ''ع ف ؤ'' اور تَصْفَحُواْ کا مادہ ''ص ف ح'' ہے اور یہ عفو سے زیادہ بلیغ معنی کا حامل ہے۔ یہ ایسا معاف کرنا ہوتا ہے جس میں مجرم گردانا ہی نہیں جاتا (تاج)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسا معاف کرنا ہے جس میں ان کے جرم کو انہیں جتایا بھی نہ جائے۔ یعنی انہیں یہ احساس بھی نہ دلانا کہ تم ان کے جرم سے واقف ہو۔ اعراض برتنا۔ اس آیت مبارکہ کو پڑھ کر بھی لوگوں کے دلوں میں بیویوں اور بیٹیوں کے بارے میں رویئے اور روش میں نرمی اور محبت نہ آئے تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ دل سخت ہو جائیں تو بڑی سے بڑی بات اوپر سے گزر جاتی ہے۔

''دشمن بیویوں'' سے عفوودرگزر کرنے کے اس حکم تَعۡفُوۡا وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا کو ذہن میں رکھتے ہوئے ''اِضۡرِبُوۡهُنَّ'' کے استعمال سے کیا یہ معنی اور مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ دشمنی سے کہیں کم تر نشوز یا اکڑ کے ''جرم'' کی مرتکب بیوی کو جسمانی طور مارنے پیٹنے کی اجازت دی گئی ہے؟ کیا پناہ اور حفاظت میں لی ہوئی عورت کو زدوکوب کرنا اخلاقیات کے اُس اعلیٰ معیار کی توہین قرار نہیں پائے گا جس میں پناہ میں آئے ہوئے دشمن پر ہاتھ نہ اٹھانے کو اعلیٰ ظرفی اور مردانگی قرار دیا جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اہل ایمان مردوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ تَعۡفُوۡا وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا کی روش اور رویئے کو اپنانے کا حکم دے رہا ہے اور آقائے نامدار، رحمت للعالمین ﷺ کا فرمان ہے کہ ''تم میں سے ایمان اس کا بہتر ہے جس کا بیوی سے سلوک بہتر ہے''۔ اللہ اور رسول کریم ﷺ کے ان دو ٹوک فرمودات کی موجودگی میں بیوی کو مارنا ر پیٹنا کیا اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کہلائے گا؟

کتاب کی کسی بھی بات میں تدبر نہیں ہو سکتا اگر انسان کے ذہن میں پہلے سے دوسری ترجیحات بسی ہوں اور تعصب چھایا ہو۔ قرآنِ مجید کو جس انداز میں تلاوت کرنے کا حق ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب کی بات اور ہمارے ذہن کے درمیان خارج از کتاب بات حائل نہ ہو۔ قرآنِ مجید کو اگر معمولی دھیان سے بھی پڑھیں تو محسوس ہو گا کہ آقائے نامدار، رسولِ کریم، رحمت للعالمین ﷺ کا رب مردوں کی نسبت عورت کیلئے کچھ زیادہ ہی غفور اور رحیم ہے۔ آج کے دور اور خاص کر اپنے معاشرے میں مردوں کے عورتوں کے ساتھ روا رکھے گئے سلوک اور رویئے کو دیکھ کر خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے روبہ زوال اور موجودہ کرب ناک صورتحال سے دوچار ہونے کا ایک اہم سبب یہ بھی نہ ہو۔ اللہ رب العالمین عورت کے ساتھ کس قدر نرمی کا برتاؤ کرتا ہے اسے ہم ایک نظر دیکھ لیں۔ ابولہب ایک ایسا مجرم ہے جو روز قیامت تک دھتکارا جاتا رہے گا۔ اور دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی بیوی بھی اس کے گھناؤنے جرم میں شریک تھی۔ وَٱمۡرَأَتُهُۥ حَمَّالَةَ ٱلۡحَطَبِ ﴿٤﴾ ''اور اس کی بیوی آگ کا ایندھن اٹھا کر لائے گی۔

فِي جِيدِهَا حَبۡلٞ مِّن مَّسَدِۭ ﴿٥﴾ اس کی گردن میں مونج کی بٹی ہوئی رسی ہوگی'' (المسد ۴۔۵)۔ ابولہب کی بیوی بدترین مجرمہ ہے۔ لیکن رحمت للعالمین ﷺ کے رب نے اس کی گردن میں لوہے کے وزنی طوق نہیں ڈالے، ہاتھوں اور پاؤں میں بیڑیاں نہیں پہنائیں جب کہ مرد مجرمین بیڑیوں سے جکڑیں جائیں گے۔ یارب! ہمیں معاف فرما۔ ہمارا عورت کے ساتھ یہ رویہ اور برتاؤ نہیں۔

مختلف راستوں سے بہہ کر آنے والے دو دریا سنگم مَجۡمَعَ ٱلۡبَحۡرَيۡنِ پر جب ملتے ہیں تو کچھ فاصلے تک اپنی شناخت برقرار رکھتے ہیں اور پھر ٱلۡبَحۡرَيۡنِ ایک ٱلۡبَحۡرِ بن جاتے ہیں۔ گھر میں خوابگاہ خاوند بیوی کے لئے مَجۡمَعَ ٱلۡبَحۡرَيۡنِ ہی کی حیثیت رکھتی ہے۔ خوابگاہ میں دونوں کی موجودگی ان کے یک جان ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ خواب گاہ میں سے بیوی کو باہر نکالنا ڈھنڈورا پیٹنے کے مترادف ہے کہ خاوند اور بیوی کے تعلقات میں شدید ناچاقی اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ دو قالب یک جان نہیں رہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَٱبْعَثُواْ حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِۦ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ إِن
يُرِيدَآ إِصْلَٰحًا يُوَفِّقِ ٱللَّهُ بَيْنَهُمَآ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾

''اور اگر تم لوگوں کو ان دو ایک جان (میاں بیوی) کے درمیان قطع تعلق کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث (نمائندہ) مرد کے رشتہ داروں میں سے
اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔ وہ دونوں (معاملے کی) اصلاح کرنا چاہیں گے
تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا اور (دلوں کے بھیدوں سے بھی) باخبر ہے''۔ (النساء۔۳۵)

خواب گاہ میں سے بیوی کو باہر نکالے جانے کا علم ہونے پر خاندان والوں کی ذمہ داری ہے کہ قطع تعلق کا اندیشہ ہو تو ثالثوں کے ذریعے کوشش کر کے ان کے درمیان بگڑے معاملات کی اصلاح اور صلح صفائی کروا دیں۔ اگر کسی وجہ سے 'انس اور محبت' کا دعویٰ کرنے والے جوڑے کے درمیان بھی دراڑیں پڑ جائیں تو مخلص لوگوں کے بیچ میں پڑنے سے معاملہ بخوبی اور جلد سلجھ جاتا ہے۔ اسی سورۃ کی آیت ۱۲۸ میں بھی کہا گیا ہے کہ اگر بیوی کو خاوند کی جانب سے اکڑ (نشوز) اور بے رخی کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی صلح صفائی سے معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن اگر ان کے درمیان اختلافات کی خلیج اتنی گہری ہو گئی ہے جسے پاٹ نہیں سکتے تو پھر طلاق کے ذریعے اس جھگڑے کو نبٹا دیا جائے اور یوں خوابگاہوں میں علیحدگی گھر میں علیحدگی میں بدلنے کے بعد مدت عدت ختم ہونے پر گواہوں کی موجودگی میں بیوی کی گھر سے جدائی (فَارِقُوهُنَّ) پر منتج ہوگی۔